

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو

(الحجرات آیت نمبر)

رجب کے گونڈوں پر ایک نظر



DAR-UL-TAQWA

محرم صیاد و خلیفہ علیہ السلام

خطیب مدرسہ جامع مسجد الامجدیہ الرشدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

*** توجہ فرمائیں ***

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب۔۔۔

* عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

* مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ [UPLOAD] کی جاتی ہیں۔

* متعلقہ ناشرین کی تحریری اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

* دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

**** تنبیہ ****

**** کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب کسی بھی الیکٹرانک کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔**

**** ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔**

نشر و اشاعت اور کتب کے استعمال سے متعلق کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں :

ٹیم کتاب و سنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.kitabosunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سلسلہ مطبوعات
15

اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو
(الحجرات آیت نمبر 1)

رجب کے گونڈوں پر ایک نظر

تألیف

ابوجنید محمد صادق خلیل (مری)

مقدمہ

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

دارالتقویٰ کراچی

جملہ حقوق بحق ﷺ محفوظ ہیں

نام کتاب :	رجب کے کوٹلوں پر ایک نظر
تالیف :	ابوجنید محمد صادق غلیل (مری)
پیش لفظ :	محمد سلیمان ساجد (مری)
مقدمہ :	ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ
اشاعت اول :	رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بمطابق دسمبر 2002ء
قیمت :	روپے
شائع کردہ :	دارالتقویٰ کراچی فون: 7542251

ادارہ کی مطبوعات مندرجہ ذیل تہوں سے مل سکتی ہیں ﴿

- ☆ الدار الراشدیہ نزد جامع مسجد الراشدی، موسیٰ لین، لیاری، کراچی۔ فون: 7542251
- ☆ مکتبہ نور حم، ۶ نعمان سینٹر بلاک ۵ گلشن اقبال، کراچی۔ فون 4965124
- ☆ مکتبہ توحید، محمد جنید، ولی مسجد علی کالونی، کراچی۔
- ☆ علمی کتاب گھر، مین اردو بازار، کراچی۔ فون 2628939
- ☆ مکتبہ ایوبیہ، متصل محمدی مسجد برنس روڈ، کراچی۔
- ☆ مکتبہ الحمدیٹ ٹرسٹ، کورٹ روڈ، کراچی۔
- ☆ مکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔
- ☆ مکتبہ قدوسیہ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔
- ☆ مکتبہ اسلامیہ، بھوانہ بازار، فیصل آباد۔ فون 631204
- ☆ جامع مسجد عثمان بن عفان، سیکٹر 11/2-G، اسلام آباد۔
- ☆ مکتبہ دارالتردکان نمبر 4 بالمقابل سروس اسٹیشن ڈگری کالج چوک، اصغر مال روڈ، راولپنڈی۔
- ☆ تجلیات طیبہ، کشمیری بازار، راولپنڈی۔ فون 5535168

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
4	پیش لفظ	1
8	مقدمہ	2
15	رجب کے کوئٹوں کی فوج تسمیہ	3
21	داستان عجیب	4
23	لکڑہائے کا افسانہ	5
35	داستان کا تنقیدی جائزہ (آؤبات کو کھولیں)	6
41	یہ کوئٹے بھلا کس کے ہیں؟	7
42	اب آئیے ایک قدم آگے چلتے ہیں	8
43	آئیے ذرا بات کو کھولیں	9
48	لحمہ فکریہ	10
52	مسک اہل حدیث	11
55	حرف آخر	12

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

انسان کی اس دنیا میں آمد و رفت ایک فطری نظام ہے جسکے تحت جو بھی اس دنیا میں آ گیا ہے اسکو ضرور یہاں سے جانا ہے لہذا جس طرح یہاں آنے والے (نومولود) سے متعلق شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب عطاء کئے ہیں تاکہ مؤمن و مسلم کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت میں گزرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بے چوں و چرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی سکون اور آخرت میں نجات کی ضامن ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوش جذبات میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب نہیں ہوتے۔

دنیا کی زندگی میں غم و خوشی بیماری و تندرستی پیدائش و اموات وغیرہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ لیکن آج کے دور میں دین کے ٹھیکہ داروں ایمان فروشوں نے پیدائش سے لیکر موت تک ہر لمحہ میں اسلام کے خلاف جہالت کو شریعت بنا کر پیش

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
کیا تاکہ جاہل لوگوں کا مال لوٹ کر اپنے لئے دنیا کی آسائشیں اور اپنی اولاد کا سہانا
مستقبل بنا سکیں۔ آہ یہ لوگ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے افسوس اور صد افسوس کہ
مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد دین سے لاعلم بھی ہے اور بے پرواہ بھی ہے انہیں اپنے
مسلمان ہونے پر فخر ضرور ہے لیکن ان میں اسلام کی کوئی خوشبو پائی نہیں جاتی۔

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پر نازاں
وہ دوات بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

البتہ ایک تعداد ایسی ہے جو بظاہر دیندار ہے مگر ان کی دینداری میں حق و
باطل کی آمیزش ہے یہ لوگ بری طرح بدعات خرافات حتیٰ کہ شرک میں بھی مبتلا ہیں مگر
انہیں اس کا شعور تک نہیں۔ بے بصیرت اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے والے علماء
نے ان کو یہ باور کرا دیا ہے کہ یہ کام نیکی کے ہیں اور جو لوگ ان کو بدعت اور شرک قرار
دیتے ہیں وہ صحیح العقیدہ لوگ نہیں ہیں پھر شیطان نے ان اعمال کو خوشنما بنا کر ان کے
سامنے پیش کیا ہے تاکہ وہ گمراہی میں مبتلا رہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک نبی
کے گذر جانے کے بعد اس کی امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو:

يقولون مالا يفعلون و يفعلون مالا يؤمرون

(صحیح مسلم ج 1 ص 52 کتاب الایمان. مشکوٰۃ. منہاج المسلم)

وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا حکم نہیں

دیا گیا۔

یہ حدیث ان پر صادق آ جاتی ہے یہ لوگ باتوں کے دھنی ہوتے ہیں مگر

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
 کردار کے بودے اور ان کاموں سے انہیں خصوصی دلچسپی ہوتی ہے جن کے کرینیکا کوئی
 حکم شریعت نے نہیں دیا ہے جو لوگ بدعتوں میں ملوث ہیں انکے کاموں کا جائزہ لیجئے
 تو صاف دکھائی دیگا کہ جن کاموں کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے ان پر یہ سر دھڑکی
 بازی لگا رہے ہیں اور جو کام دین میں بڑی اہمیت کے ہیں انکی طرف بے اعتنائی برت
 رہے ہیں۔

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے
 کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے
 ان لوگوں میں اصلاح کا کام کرنا بھی آسان نہیں ہے کیونکہ یہ اپنی رائے
 کے خلاف کچھ سننے کے روادار نہیں ہیں تاہم جن کی فطرت بالکل مسخ نہیں ہوئی ہے اور
 خیر پسندی کا جذبہ جن میں باقی ہے ان کی اصلاح کی توقع کی جاسکتی ہے یہ کتاب اس
 غرض سے لکھی گئی ہے کہ یہ آواز اگر ان تک پہنچ سکے تو کیا عجب اللہ تعالیٰ ان کے حق
 میں اسے مفید بنائے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ اللہ کی طرف پلٹ آئیں
 اور ہمارا کام تو ہر حال میں اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
 ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں
 اس طور سے کہ مذہبی جھگڑوں کی فضاء پیدا نہ ہو حق پوری طرح واضح ہو اور
 اس کے پیش کرنے کا انداز معقول اور دلوں کو ایبل کرنے والا ہو اور جن کی اصلاح
 مطلوب ہے ان کے ساتھ دردمندی کا اظہار ہو۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

چونکہ دورِ حاضر میں لوگ ضروریاتِ زندگی سے آگے بڑھ کر کمالات و جمالیات کی دوڑ میں مشغولیت کے سبب ضخیم کتابوں کا مطالعہ نہیں کر پاتے اسلئے عام پڑھے لکھے لوگوں کیلئے ضرورت ہے کہ مختصر کتابچے عام کئے جائیں تاکہ دینی تعلیم عام ہو سکے اور لوگوں کو دینی بصیرت بہم پہنچے۔ اللہ تعالیٰ محترم محمد صادق خلیل صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے اور لوگوں کیلئے ذریعہ نجات بنائے اور اللہ ان لوگوں کو جو بے راہ روی میں مبتلا ہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔ یارب العالمین۔

والسلام

محمد سلیمان ساجد مری

نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث خیر پور سندھ



مُقَدِّمَةٌ

اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بنیادی تصور اس کے ماننے والوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ واحد اور لاشریک ہے۔ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں رکھی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مسلم دوران نماز اس بات کا واضح اقرار کرتا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. (الفاتحہ)

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر

عبادت کی عموماً دو بڑی قسمیں ہیں (1) جسمانی عبادت (2) مالی عبادت۔
(1) جسمانی عبادت میں نماز روزہ جہاد ذکر اللہ دعائیں رکوع وسجود وغیرہ شامل ہیں۔

(2) مالی عبادت میں مال و دولت اناج و غلہ مویشی چوپائے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ دیگر نعمتوں کو اللہ تعالیٰ س راہ میں خرچ کرنا قربانی کرنا وغیرہ۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک فرضی عبادت ہے جو مال و دولت کے علاوہ جانوروں کھیتوں میں پیدا ہونے والے اناج و سبزیوں وغیرہ پر بھی فرض کی گئی اور اس کا باقاعدہ نصاب مقرر کیا گیا ہے اسی طرح صدقۃ الفطر کو بھی فرض قرار دیا گیا ہے اس کے علاوہ نفلی صدقات کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جہاد و قتال کے موقع پر جان کے علاوہ مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

ایک اور چیز جسے عموماً عوام الناس بڑی فراخ دلی سے ادا کرتے ہیں اور جس کا نام نذر ہے نذر ایک ایسی عبادت کا نام ہے کہ جس کو ایک انسان خود اپنے اوپر لازم قرار دیتا ہے نذر عربی زبان کا لفظ ہے جسے فارسی میں نیاز اور اردو اور ہندی زبان میں منت کہا جاتا ہے بعض لوگ جہالت میں آ کر کہہ دیتے ہیں نذر اللہ، نیاز حسین یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے عبادت اللہ کی بندگی حسین کی اب عبادت اور بندگی میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ لہذا عبادت و بندگی اللہ ہی کے لئے ہوگی اسی طرح نذر و نیاز یا منت یہ سب بھی اللہ ہی کیلئے ادا کرنے ضروری ہیں جب کہ اللہ کے سوا کسی نبی،

ولی، شہید امام وغیرہ کے نام کی نذر و نیاز حرام و ناجائز ہے۔

نذر کے متعلق قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں البقرہ آیت 270 آل عمران

35 مریم 26 دھر 7 علامہ شامی نذر کے احکامات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَ حَرَامٌ لِوُجُوهِ مِنْهَا أَنَّهُ نَذْرٌ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ
لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ وَ
مِنْهَا أَنَّ الْمُنْدُورَ لَهُ مَيْتٌ وَالْمَيْتُ لَا يَمْلِكُ وَ مِنْهَا أَنَّهُ ظَنٌّ
أَنَّ الْمَيْتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ ذُونَ اللَّهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ
ذَلِكَ كُفْرٌ (رد المختار جلد دوم ص 431 طبع مصر 1966ء بحوالہ

قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ ص 23 حافظ صلاح الدین

یوسف طبع مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

یعنی اس نذر بغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

☆ یہ قبروں کے چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز ہی نہیں اس لئے کہ (نذر بھی) عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں۔

☆ اور ایک وجہ یہ ہے کہ مندور لہ (جسکے نام کی نذر دی جاتی ہے) مردہ ہے اور مردہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

☆ اور ایک وجہ یہ ہے کہ نذر دینے والا شخص مردوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حالانکہ مردوں کے متعلق ایسا

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔

اسلام سے دوری اور جہالت کی بناء پر لوگوں نے فاتحہ اور نذر و نیاز کے کچھ مخصوص طور طریقے مقرر کر لئے ہیں جسے وہ پوری پابندی سے ادا کرتے ہیں ایسے لوگ نماز روزے کی تو پرواہ نہیں کرتے لیکن ان رسومات کی وہ سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ہر سال مقررہ دنوں میں ان نیازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں مثلاً امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کوئٹے بڑے پیر کی گیارھویں امام حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نیاز امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا کھجڑا وغیرہ ان نیازوں کی عموماً ان بزرگوں کے ناموں ہی سے شہرت ہے اور جس چیز کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر شہرت دی جائے تو ایسی نیاز کا ادا کرنے والا مشرک اور یہ نیاز حرام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَعْنٍ اللَّهُ (البقرة آیت 173)

اور ہر وہ چیز کہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو (تم پر حرام ہے) کسی چیز کو جب غیر اللہ کے تقرب کیلئے نامزد کر دیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھ کر نیاز ادا کی جاتی ہے کہ اگر اسے ادا کریں گے تو وہ بزرگ خوش ہو جائیں گے اور مالوں میں برکت ڈال دیں گے اور مرادیں پوری کر دیں گے اور اگر ان کے نام کی منت ادا نہ کی گئی تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور مال و کاروبار کو تباہ و برباد کر دیں گے غیر اللہ سے تقرب کا ایسا عقیدہ یقیناً شرک ہے باقی عبد اللہ کی گائے عقیدہ کا بکر اور ولیہ کا کھانا اس زمرے میں شامل نہیں ہے کیونکہ عبد اللہ کی گائے سے مراد وہ گائے ہے کہ

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
جس کا وہ شرعی طور پر مالک ہے اور عقیقہ کے بکرے سے مراد وہ بکرا ہے جسے اسلامی احکام کے مطابق ذبح کیا گیا ہو اور یہی حکم ولیمہ کا ہے اور اس سے نومولود یا دو لہبا وغیرہ کا تقرب حاصل نہیں کیا جاتا اسی طرح ایصال ثواب میں میت کی طرف سے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اس کا مقصد میت کو اس نیکی کا اجر و ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے اور اس کا تقرب حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ آج کے مسلمان اپنے مالوں کو غیر اللہ کی نذر و نیاز میں خرچ کر کے اپنے پاکیزہ اور حلال مالوں کو حرام بنا ڈالتے ہیں اور اس طرح وہ دنیا کا لگھانا اور نقصان بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنی آخرت بھی تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔

خسر الدنيا والآخرة ذلك هو الخسران المبين

نذر و نیاز کے سلسلہ میں پاک و ہند میں جہاں اور بہت سے رسومات ادا کی جاتی ہیں اور انہیں پورے زور و شور سے ادا کیا جاتا ہے وہاں کونڈے بھرنے کا رواج بھی کافی شہرت حاصل کر گیا ہے یہ رسم اسلامی مہینہ کی 22 رجب کو منائی جاتی ہے اور اسے جناب جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حالانکہ 22 رجب امام جعفر صادق کا نہ یوم پیدائش ہے اور نہ یوم وفات بلکہ یہ دن مشہور صحابی اور کاتب وحی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کا یوم وفات ہے دراصل شیعوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں اس دن کو یوم عید منانے اور ان کی وفات پر خوشی کا اظہار کرنے کیلئے اس رسم کو ایجاد کیا اور جب سنیوں نے انہیں اس طرح چپکے

چپکے کھیر اور پوریاں کھاتے دیکھا تو معلوم کرنے پر انہی یہ کہہ دیا گیا کہ یہ ہم امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی نیاز ادا کرتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ لکڑہارے کی داستان چسپاں کر کے سنیوں کو یقین دلانے کی بڑی کوشش کی گئی جہلاء اور خواتین نے اس رسم کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ رسم پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق داستان گو نے جو واقعہ بیان کیا ہے اس دور میں مسلمانوں کا دار الخلافہ ملک شام تھا جس میں مسلمانوں کے خلیفہ اور دیگر وزراء وغیرہ رہتے تھے مدینہ میں مرکز کی طرف سے صرف گورنر کا تقرر کیا جاتا تھا لہذا اس دور میں مدینہ طیبہ میں کسی بادشاہ وزیر وزیر اعظم اور شہزادے کا دور دور تک کہیں نام و نشان نہ تھا اور یہی بات اس افسانہ کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے اور داستان گو نے بادشاہ وزیر اعظم وزیر اور شہزادے کا نام تک ذکر نہیں کیا جیسا کہ مصنف نے یہ بات لکھی ہے اور یہ داستان گو کی کمال ہوشیاری ہے کیونکہ ان کے اسماء ذکر کرنے سے داستان گو کی داستان کا پول کھل جاتا پھر اس داستان کا ماضی کی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا کیونکہ اسے رام پور میں بیسویں صدی کی ابتداء میں وضع کیا گیا اس لئے ماضی کی کتابوں میں اس کا ذکر کیسے مل سکتا ہے؟ اور اس داستان کے وضع کرنے والے روافض ہیں کیونکہ جھوٹ اور تقیہ شیعیت کا اوڑھنا اور پھوننا ہے۔

اس داستان کے جھوٹا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس دور میں اسے تحریر کیا گیا یہ دور داستان گوئی کا دور کہلاتا ہے اور اس دور میں انتہائی دلچسپ حیرت انگیز اور دیومالائی قسم کی طویل کہانیاں اور داستانیں لکھی گئیں اسی دور میں قصہ چہار درویش

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
 ،طوطا مینا، داستان امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، الہ دین کا جادوئی چراغ، عمرو عیار کی کہانیاں
 داستان علی رضی اللہ عنہ وغیرہ تحریر کی گئیں۔

ہمارے فاضل دوست محترم جناب الشیخ محمد صادق خلیل پیش امام راشدی
 مسجد موسیٰ لائن نے اس داستان کا خوب خوب تجزیہ کیا ہے اور اس داستان کے خاص
 خاص حصوں کا علمی تحقیقی اور عقلی لحاظ سے جائزہ لیا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت
 کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عوام الناس کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

ابوجابر عبداللہ دامانوی

مفتی جمعیت اہل حدیث سندھ حلقہ لیاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعدا

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ (الزمر: 18)

ترجمہ: جو بات لو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں یہی ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقلمند بھی

ہیں۔

دین اسلام ایک سیدھا اور مکمل دستور حیات ہے جسکو اختیار کرنے میں دنیا و آخرت کی کامرانیاں پنہاں ہیں۔ یہ ایک ایسی روشن شاہراہ ہے جہاں رات دن کا کوئی فرق نہیں اور نہ ہی اس میں کہیں پیچ و خم ہے اللہ تعالیٰ نے اس دین کو انسانیت کیلئے پسند فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں اسکی تکمیل فرمادی ارشاد ربانی ہے۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا. (المائد: 3)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری

رجب کے کوٹڑوں پر ایک نظر

کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمایا۔
رسول اللہ ﷺ نے ان لفظوں میں اپنی امت کو نصیحت فرمائی۔
ترکت فيکم امرین لن تضلوا ما تمسکتُم بهما کتاب اللہ و
سنتی (موطا، الحاکم)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں
کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میری
سنت۔

اب کتاب اور سنت ہی بنیاد دین قرار پائے عقیدہ عبادت معاملات اخلاق
غرضیکہ جملہ شعبہائے زندگی میں یہی دلیل و رہنما ٹھہرے ہر میدان میں ان کی پابندی
ضروری قرار پائی اور اسی کتاب و سنت کی اتباع کامل کا نام دین اسلام ٹھہرا صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کتاب و سنت کو جان سے لگائے رکھا ان کے معاشرے
میں کتاب و سنت کو قیادی حیثیت حاصل رہی اور اسی شاہراہ پر گامزن رہ کر دنیا و
آخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔

مسلمانوں کیلئے دین اسلام کو سمجھنے کے لیے سرچشمے دو ہیں ایک اللہ کی
کتاب اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف۔ مسلمان جب تک ان دونوں
سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں گے اور زندگی کے ہر موڑ پر ان سے رہنمائی حاصل کرتے
رہیں گے تو کبھی بھی راہِ حق سے نہیں بھٹکیں گے۔

آج مسلمانوں میں بہت زیادہ دینی اختلاف اور مذہبی فرقے ہیں اور

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
 مسلکی جھگڑے اور فساد بڑھ چڑھ کر ہیں اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ہم نے کتاب و
 سنت کو پس پشت ڈال دیا ہے اور آنکھیں بند کر کے فرقوں اور شخصیتوں کے پیچھے لگ
 چکے ہیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں اور ہم بدعات اور خرافات کے پیروکار
 بن چکے ہیں جس کی وجہ سے آج ہم اس منزل تک پہنچے ہیں۔

زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی
 سنت ہے جو ہماری پوری زندگی میں رہنمائی کرتی ہیں جب مسلمانوں کا تعلق کتاب و
 سنت سے کمزور ہو جاتا ہے اور وہ ان کو چھوڑ کر دوسری طرف دیکھتا ہے تو اس کو زندگی کی
 اور راہیں دکھائی دیتی ہیں جو اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں ان دوسری راہوں کو (دین
 سمجھنا) شریعت میں بدعت کہا گیا ہے۔ اور ارشادِ گرامی ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور
 گمراہی انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یاد رہے اگر بدعت کا ایک بار دروازہ کھل چکا تو پھر اس کا بند ہونا بڑا ہی
 مشکل ہے یہی سبب ہے کہ آج مسلمانوں میں ہزاروں کی تعداد میں بدعات پھیلی
 ہوئی ہیں اور پھیلتی جا رہی ہیں بدعت کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ جب ایک بدعت
 اختیار کی جاتی ہے تو اس کے بدلے میں ایک سنت مٹ جاتی ہے اسی طرح پھر بدعتیں
 بڑھتی جائیں گی اور سنتیں مٹی جائیں گی حتیٰ کہ مسلم معاشرہ بدعتوں اور رسموں کا مجموعہ
 بن جائے گا۔

اسلام کی روشن تعلیم کے بعد بدعات اور خرافات کو اختیار کرنا اور محمد ﷺ
 کا امتی ہونے کے باوجود قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھنا یہ مسلمان کے

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
شایان شان نہیں۔

الغرض ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں چاہے انفرادی ہوں چاہے اجتماعی چاہے سیاسی ہوں یا سماجی چاہے عدالتی ہوں یا معاشرتی قرآن و حدیث کو اپنا رہنما بنانا چاہیے۔ جب کوئی شخص دین کے حوالہ سے بات کرے تو اس سے قرآن و حدیث کا حوالہ طلب کیا جائے کہ جب یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت کر کے دیں تو ہماری آنکھوں پر ہم ماننے کیلئے تیار ہیں لیکن اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو پھر ہم اس کو تسلیم کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

قارئین توجہ فرمائیں! جوں جوں زمانہ گزرتا جا رہا ہے کتاب و سنت کی پکڑ ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے اور بدعات اور خرافات نے ہر شعبہ میں اپنے پاؤں جمائے شروع کر دیئے ہیں اور اس وقت پورے دین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے آج کتاب و سنت کی دعوت لوگوں کو انوکھی لگتی ہے کیونکہ بدعات اور خرافات کو ہی دین سمجھ لیا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے ہر مہینہ میں کوئی نہ کوئی بدعت ضرور نکالی ہوئی ہے کسی بھی مہینہ کو معاف نہیں کیا۔ مقدس مہینوں کے ناموں کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے کوئی ماتم اور نیاز کا مہینہ، تو کوئی نحوست کا مہینہ، کوئی جشن اور توالی کا مہینہ کوئی گیارہویں کا کوئی عرس اور چہلم کا کوئی بڑی رات کا کوئی شینہ کی رات کا کوئی قبرستان میں جانے کا اور ایک مہینہ کو کوئٹوں کا مہینہ بنا دیا اور ہندوستان اور پاکستان میں بڑی عقیدت کے ساتھ کوئٹے بھرے جاتے ہیں اگر کسی کے پاس پیسے نہیں تو قرضہ لیکر بھی کوئٹے بھرتا ہے حتیٰ کہ کچھ تو ایسے ہیں جنکے پاس پیسے نہیں ہیں مگر اڑوس پڑوس سے

رجب کے کوٹھوں پر ایک نظر
 بھیک مانگ کر بھی کوٹھے بھرتے ہیں سوچتے ہیں کہ اس ثواب سے ہم محروم نہ رہ
 جائیں کیونکہ ان کو مولویوں نے جو ایسی پٹی پڑھائی ہوئی ہے اور بد قسمتی کی بات ہے کہ
 یہ ساری مصیبتیں ہمارے پاکستان اور ہندوستان میں ہیں اور کسی ملک میں نہیں۔
 پاکستان کی تو کیا ہی بات ہے پورے دنیا کے ممالک میں سے بدعات و خرافات کے
 لحاظ سے پاکستان فرسٹ پوزیشن پر آ رہا ہے یہ سب پاکستانیوں کی کرم نوازیاں ہیں
 پاکستان کے نام کو دیکھ کر تو بڑی خوشی ہوتی ہے مگر پاکستان کے حالات کو دیکھ کر رونا
 آ جاتا ہے

اگر حق بات کہتا ہوں تو مزہ اُلفت کا جاتا ہے

اگر خاموش رہتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے

افسوس کہ آج پاکستان کو بدعتستان، کفرستان اور شرکستان بنا دیا گیا ہے ذرا نظر
 دوڑائیں پاکستان میں، کیا کچھ نہیں ہو رہا سب کچھ ہو رہا ہے ایک طرف بے شعور
 حکمران پاکستان کو تباہ کرنے میں تلے ہوئے ہیں تو دوسری طرف ضمیر پرست مٹلاں
 اس کے بگاڑنے کیلئے خرافات کے تیر اور بدعات کے کلہاڑے لئے کھڑے ہیں۔

سچ فرمایا تھا شہید اسلام علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ
 واسعة نے کہ یہ ملک (پاکستان) پنساریوں کا ملک ہے جس طرح پنساری کے پاس
 ہر چیز ملتی ہے اسی سے لیکر اجوائن تک ہر چیز ملتی ہے پاکستان میں دین بھی ایسا ہی ہے
 اس دین میں مولوی ہاتھ ڈالتا ہے جو چیز چاہے نکال کر دکھاتا ہے۔

اب ذرا کچھ فاصلہ آگے چلئے اور پھر:

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بنایا جنہوں نے ہے اپنا غلام
 ڈبویا جنہوں نے ہے مذہب کا نام
 ہوئے جن کے باعث مسلمان ذلیل
 نہیں دین و ایمان کی پرواہ جنہیں
 یہی ان کی دنیا یہی ان کا دین
 نبی کا ہو غصہ اللہ کا عتاب
 کریں گے نہ ہرگز اسے وہ قبول
 لیکن حدیثوں پہ ایمان ہے نہیں انہیں
 لٹائیں وہ بے ہودہ دولت سدا
 نہیں ہے جن کی کچھ بھی حد و شمار
 کہے پر ہمارے کرو تم یقین
 بتاؤ تو آکر ہمیں تم ذرا
 یہ مرد مسلمان کا شیوہ نہیں
 ہدایت کے رستے پر وہ ہرگز نہیں
 ضلالت سے بچنا ہے اس کا محال
 نہ نفس لعین کے بنو غلام
 اماموں کو سمجھو نہ حاجت روا

بتاؤ تمہیں اب وہ باتیں تمام
 لکھوں بعد اس کے وہ باتیں تمام
 وہ ہیں چند رسمیں پلید و رذیل
 کیا بس ہے رسموں نے گمراہ انہیں
 جہالت کی رسموں پہ کرنا یقین
 کریں رسم بدعت میں دولت خراب
 سناؤ پیام اللہ و رسول ﷺ
 وہ جھوٹے قصوں پر تو کر لیں یقین
 رہیں شرک و بدعت پر ہر دم فدا
 کرتے ہیں وہ دن رات رسمیں ہزار
 یہ کونڈوں کی ہے رسم اچھی نہیں
 ہے بدعت کا کرنا کہاں پر روا
 کرے شرک مسلم یہ زیبا نہیں
 رکھے بدعتوں پر جو اپنا یقین
 پڑا بدعتوں کا ہو جس پر وبال
 مراسم قبیحہ میں لگ کر مدام
 خدا کی دل میں جو عظمت ذرا

جو ہیں دنیا میں مرد پر بیزار
 نہ مانو گے گر تم کسی کا کہا
 میں کہتا ہوں تم سے سنو ذرا
 لو کوٹڈوں کا کچھ حال اب تم سنو
 نہ قول ائمہ میں اس کا پتا
 جو ہیں دین کے رہنما و پیشوا
 نہ اس بات پر ہو تمہارا یقین
 جو تم عالموں سے یہ پوچھو گے جا کر
 سنو گے جو ان سے تو تم بالیقین
 اسے تم ذرا یاد رکھنا مگر
 وگرنہ کریں گے وہ ایماں خراب
 میں کہتا ہوں ان سے یہی بار بار
 تو پاؤ گے عقبی میں اس کی سزا
 کہ کوٹڈوں کا کرنا نہیں ہے روا
 رجب کے مہینے میں ہوتے ہیں جو
 نہ دیگر کتابوں میں دیکھا لکھا
 وہ لکھتے ہیں اس کو سراسر برا
 تم عالموں سے یہ پوچھو کہیں
 وہ دیں گے تمہیں سب حقیقت بتا کر
 کہے ہمارے پر کرو گے یقین
 نہ جانا کہیں نیم مٹوں کے گھر
 ملے گی نہ تم کو پھر راہ صواب

میری قسمت سے الہی پائیں یہ رنگ قبول

پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

داستان عجیب

لو کوٹڈوں کا کچھ حال اب تم سنو

رجب کے مہینے میں ہوتے ہیں جو

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے

آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

جس کہانی پر یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے اور جس داستان پر یہ بلڈنگ کھڑی کی

گئی ہے اب ذرا اس کا جائزہ لیجئے اور حقیقی بات یہ ہے کہ افسانے اور کہانیاں اکثر من گھڑت جھوٹ کا پلندہ ہوا کرتی ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوا کرتا اور اللہ کے فضل و کرم سے جب تک اہلحدیث موجود ہیں وہ ان ٹوٹی پھوٹی عمارتوں اور خوابوں پر قائم کی ہوئی بلڈنگوں کو قرآن و حدیث کے مضبوط ہتھوڑے سے توڑتے اور گراتے رہیں گے اور یہ آواز بلند کرتے رہیں گے کہ لوگو یہ بلڈنگ اور عمارت کچی اور پکی بنی ہوئی ہے اس سے نکل جاؤ یہ آج یا کل گرنے والی ہے اس کا کوئی بھروسہ نہیں اب جو اس آواز کو سن کر نکل آئے گا اس کی جان اور مال ہلاکت سے بچ جائے گا لیکن جو ضد اور ہٹ دھرمی بغض اور تعصب کی وجہ سے نہیں نکلے گا اپنے سامان کو بھی تباہ کر دئے گا اور اپنی جان کو بھی ضائع کرے گا تو اس طرح کی بلڈنگوں کا سہارا لینے والے اپنی جان کھو بیٹھتے ہیں اسی طرح افسانوں اور کہانیوں پر بنی ہوئی عمارت کا سہارا لینے والے بھی اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔

آزاد رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل

ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

تعب ہے کہ اکثر عوام بغیر سوچے سمجھے اس من گھڑت افسانہ کے سچا ہونے پر ہر طرف آنکھ بند کر کے بڑی عقیدت کیساتھ ایمان لے آتے ہیں اور افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو بڑے پڑھے لکھے ہیں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں لکھنے پڑھنے میں زیر زبر کی غلطی نہیں کرتے حساب کتاب میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتے گفتگو کرنے میں بڑے ماہر خرید و فروخت میں بہت ہوشیار کبھی دھوکہ نہیں کھاتے کوئی چیز

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
دیکھتے ہیں تو فوراً پہچان لیتے ہیں کہ اصلی ہے یا نقلی اچھی کوالٹی کی ہے یا دو نمبر ہے لیکن
وہ ان باتوں میں دھوکہ کیسے کھاتے ہیں من گھڑت قصوں اور کہانیوں کو کیسے قبول کر
لیتے ہیں۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
حسرت یہ دورِ جہل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدر دانی علم و عمل گئی

تو بہر حال جس طرح آدمی کوئی چیز خریدتا ہے تو پوری طرح دیکھتا ہے
خراب نہ ہوٹوٹی ہوئی نہ ہو کوئی داغ نہ ہو جعلی نہ ہو تو اسی طرح آدمی مسلک کو بھی دیکھ کر
اختیار کرے اور پوری تحقیق کر کے اس کو اپنالے۔

قارئین کرام! اب ذرا تحقیق کا چشمہ پہن کر دل کو سنجیدہ بنا کر اور انصاف کا ترازو
لیکر اور آنکھوں میں قرآن و حدیث کا سرمہ ڈال کر اس کہانی کو پڑھیں پڑھنے کے بعد
اس پر غور و فکر کریں۔ اور پھر اس کو پڑھیں۔

لکڑہارے کا افسانہ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے
مدینہ منورہ میں ایک لکڑہارا رہتا تھا جو ”کفا اندک و عیال بسیار“ کے چکر میں
پڑا ہوا تھا یعنی اس کی اولاد بہت تھی اور کھانے کو تھوڑا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا
اور بازار میں جا کر بیچنا پس یہی اس کا ایک ذریعہ معاش تھا اس ذریعہ سے روز کے روز

جو پیسے اسکو ملتے تنگی ترشی سے وہ انہی پیسوں میں اپنا گذر بسر کرتا تھا۔ اور اگر کسی دن لکڑیاں نہ ملتیں یا نہ بکتیں تو اس دن سارے گھر کو فاقے میں رات بسر کرنا پڑتی تھی۔

اس طرح پریشانی اور تنگدستی کی زندگی بسر کرتے جب ایک زمانہ گذر گیا تو مدینہ کی بود و باش سے لکڑہارے کی طبیعت اچاٹ ہو گئی وہ دیس چھوڑ کر پردیس چلا گیا کہ شاید پردیس ہی میں پہنچ کر قسمت کی بر گشتگی اور زمانے کی گردش سے نجات مل جائے (میں یہاں رک کر کہوں گا کہ جب کونڈوں کا افسانہ بنانا ہی تھا تو ظاہر ہے لکڑہارے کو آگے پیچھے کرنا ہوگا اور اس پر پریشانیوں کے پہاڑ ڈالنے ہونگے تاکہ کونڈوں کی کرامت صحیح واضح ہو اور افسانہ چمک جائے)۔ لیکن عسرت اور تنگدستی نے وہاں بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا وہی جنگل سے کاٹ کاٹ کر لکڑیاں لانا اور پیٹ پالنا جو دیس میں اسکا معمول تھا وہی پردیس میں بھی رہا اور اس نے اسی حال میں پردیس میں رہ کر اپنی زندگی کے بارہ سال گزار دیئے۔ (اب ذرا ٹھہر کر ٹھنڈے دماغ سے سوچئے کہ انسان تھا کہ جن تھا بارہ سال بغیر گھر والوں کے اس نے گزارے اور ظاہر ہے نہ اسکا وہاں کوئی گھر ہوگا نہ دوست احباب ہونگے کیونکہ وہ تو اجنبی تھا اب کیا کیا جائے بہر حال کہتے ہیں مثل مشہور ہے کہ (جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

آگے چلئے! اب پردیس میں رہ کر اسے گھر یاد آتا تھا بچے یاد آتے تھے اور بیوی یاد آتی تھی لیکن نہ کبھی پاس پیسہ ہوا کہ کچھ بچوں کو بھیجتا اور نہ شرم اور ندامت نے اسے اسکی ہمت دی کہ گھر واپس آتا ادھر جب گھر سے لکڑہارے کے لاپتہ ہو جانے پر گھر والوں کا کوئی سہارا نہ رہا تو لکڑہارے کی بیوی نے وزیر کے محل میں حاضری دیکر

وزیر کی بیگم کے سامنے اپنا دکھ درد بیان کیا اور وزیر کی بیگم نے ترس کھا کر لکڑہارن کو اپنی خادمہ بنالیا اور گھر میں جھاڑو دینے کی خدمت اسکو سونپ دی (اب ذرا سوچئے لکڑہارے کی بیوی نے یہ نہیں کہا کہ میرے شوہر کا پتہ کیا جائے اسے تلاش کیا جائے کیونکہ کوئٹوں کا قصہ بنانا جو ہوا آفرین ہوا اسکو جس نے یہ قصہ گھڑا ہے پیٹ کی خاطر ایسی باتیں کر کے اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں) اور اس طرح اسکی اور اسکے بچوں کی گذر بسر کی گاڑی چلتی رہی اور ایک اچھی صورت نکل آئی پھر لکڑہارے کی بیوی بچوں کو وزیر کے محل میں جب فراغت سے کھانے پینے کو ملتا تو انکی رگوں میں خون دوڑنے لگا اور بھوک سے مر جھائے چہروں پر کچھ رونق آنے لگی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ لکڑہارے کی بیوی وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی اتنے میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرف سے گذر ہوا اور جب آپ وزیر کی ڈیوڑھی کے پاس پہنچے تو ایک دم ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے عقیدت مندوں سے پوچھنے لگے کہ یہ کونسا مہینہ ہے اور آج چاند کی کونسی تاریخ ہے عقیدت مندوں نے بصد عرض کیا کہ یہ رجب کا مہینہ ہے اور آج چاند کی بائیسویں تاریخ ہے۔

پھر پوچھا معلوم ہے تم کو کہ رجب کی بائیسویں تاریخ کی کیا فضیلت ہے عرض کیا جناب آپ ہی بہتر جانتے ہیں ارشاد ہوا سنو اس تاریخ کی بڑی فضیلت ہے اگر کوئی برگشتہ قسمت گردش روزگار سے کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو یا رزق کی تنگی نے اسے دبایا ہو اس کی کوئی حاجت پوری نہ ہو رہی ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ رجب کی

22 تاریخ کو نہادھو کر عقیدت کے ساتھ میرے نام کے کوٹھے بھرے یعنی بازار سے نئے کورے کوٹھے خرید کر لائے اور انہیں گھی میں تلی ہوئی میٹھی خستہ پوریوں سے بھرے پھر صاف چادر بچھا کر کوٹھوں کو اس چادر پر رکھے اور پورے اعتقاد کے ساتھ میرا فاتحہ کرائے اور میرا ہی وسیلہ پڑھا کر اللہ سے دعا کرے تو اس کی ہر مشکل رفع اور ہر حاجت دم کے دم میں پوری ہو جائے گی اور اگر اس طرح کے عمل کے بعد بھی کسی کی مراد پوری نہ ہو تو وہ قیامت کے دن میرا دامن پکڑ سکتا ہے اور مجھ سے اس کی باز پرس کر سکتا ہے آپ نے یہ سب کچھ ارشاد فرمایا اور پھر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وزیر کی ڈیوڑھی سے آگے بڑھ گئے (اب دیکھئے اور مسکرائیئے کہ جس نے قصہ گھڑا ہے اس کا اصل مقصد حلوہ اور میٹھی خستہ پوریاں تھی اس نے ایسا مضمون بنایا تا کہ حلوہ اور خستہ پوریاں کسی طریقے سے آجائیں۔ کہتے ہیں کہ مثل مشہور ہے کہ ”بلی کو خواب میں چھچھڑے کی یاد“۔ مٹاں بیچارے کو بھی حلوہ یاد آتا ہے اس لئے جفاکشی کر کے یہ قصہ ٹھوکا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کوٹھے بھرنے سے اگر مراد پوری نہ ہو تو قیامت کے دن میرا دامن پکڑ سکتا ہے اور پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ مزے کی بات ہے کہ قصہ بنانے والے نے کیسی ہوشیاری کے ساتھ کام لیا ہے کہ ویسے شاید لوگ کوٹھے نہ بھریں، حلوہ کا شکار ہاتھ سے نکل جائے، اس لئے اس نے گارنٹی بیان کی ہے تاکہ کوٹھے پکے ہو جائیں یعنی لوگ کوٹھے ضروری بھریں۔ یہ سب کیا ہے؟ عربی کا مقولہ ہے کہ (بطن المرأ عدوہ) انسان کا پیٹ اس کا دشمن ہے۔ بہر حال قصہ بنانے والے پر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اس نے بڑی محنت کی ہے۔ اس بیچارے کا قصور نہیں کیونکہ پیٹ کے لئے

کچھ کرنا پڑتا ہے اور اس طرح کے لوگ بہت کچھ کرتے ہیں۔

اب آگے چلئے: لکڑہارے کی خستہ حال بیوی جو وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی اس کو جب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے گردشِ روزگار سے نجات حاصل کرنے کا یہ مگر معلوم ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ سب کام کاج چھوڑ کر فوراً کوٹڈوں کے اہتمام میں مصروف ہو گئی۔ (میں یہاں بیان کروں گا، یہی ہے اندھی تقلید کہ بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتوں پر عمل کرنا۔ یہ قصہ ہی جھوٹا ہے۔ ویسے ہی سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں)۔ اور نہادھو کر بڑی عقیدت سے ساتھ بتائے ہوئے طریقے پر اس نے خستہ پوریوں کے کوٹڈے بھرے اور انہیں صاف چادر پر رکھ کر بڑے سچے دل کے ساتھ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کروائی اور دعا کی کہ اے اللہ! امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں میرے دل کے درد دور کر دے۔ میرا شوہر خیریت سے گھر آ جائے اور جب آئے تو اپنے ساتھ کچھ مال اور دولت لے کر آئے۔

اب ادھر کی سنو: لکڑہارا بارہ برس سے پردیس میں بڑی عسرت اور تنگ حالی کی زندگی گزار رہا تھا لیکن امام صاحب کی کرامت دیکھئے اور کوٹڈوں کی برکت دیکھئے کہ جیسے ہی مدینہ میں لکڑہارے کی بیوی نے امام صاحب کے کوٹڈے بھرے ویسے ہی پردیس میں لکڑہارے کے دن پھرے (دن تو پھرنے ہی تھے کیونکہ قصہ جو بنایا تھا اور کوٹڈے جو کئے گئے۔ ظاہر ہے کرامت ہوگی۔ افسوس ہے اس دجال پر جس نے یہ قصہ بنایا)۔

ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اچانک کلبھاری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جاگری۔ کلبھاری گرنے سے زمین پر جو دھماکہ ہوا اس سے لکڑہارے نے اندازہ لگایا کہ یہاں کی زمین شاید اندر سے کچھ خالی ہے۔ اس نے زمین کھودنا شروع کی۔ ابھی زمین کھودتے زیادہ وقت نہ لگا تھا کہ ایک بڑا شاہی دفینہ زمین سے برآمد ہوا۔ زرو جواہر، سونا چاندی، مال زیور اور بیشمار روپیہ پیسہ۔ غرض اس دفینہ سے ایک بڑا خزانہ لکڑہارے کے ہاتھ لگا جس نے دم کے دم میں لکڑہارے کے دن پھیر دیئے اور اس خستہ حال زندگی میں ایک تعمیری انقلاب پیدا کر دیا۔

لکڑہارے نے اس بے پایاں دفینہ پر قبضہ کر کے آہستہ آہستہ اپنی زندگی میں امیرانہ سدھار پیدا کیا۔ اب نوکر چاکر، باندی غلام، اونٹ، خچر اور بہت سے گھوڑے اور امارت کا دوسرا وافر سامان اس کے پاس موجود تھا۔ یہ سارا ساز و سامان اور دفینہ سے نکلی ہوئی ساری دولت لے کر بڑے امیرانہ ٹھاٹ اور بڑی رئیسانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ اپنے مکان پر پہنچا۔ گھر پہنچ کر لکڑہارے نے وزیر کے محل کے ساتھ ہی اپنا ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا اور بڑے ٹھاٹھ سے امیرانہ زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ لیکن وزیر کی بیگم کو لکڑہارے کے اس عظیم تعمیری انقلاب کے مطلق خبر نہ ہوئی اور نہ اسے اس بات کا پتہ چلا کہ اس کے محل کے پاس ہی لکڑہارے نے بھی اپنا شاندار مکان تعمیر کروالیا ہے۔

ایک دن اتفاق سے وزیر کی بیگم جب اپنے محل کے بالا خانہ پر چڑھی تو اسے دیکھ کر بڑا اچھنبا ہوا کہ اس کے محل کے پاس ہی جو ایک وسیع اور کشادہ زمین پڑی

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
 ہوئی تھی اس پر ایک نو تعمیر مکان کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے خادماؤں
 سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ سب خادماؤں نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ یہ
 اسی لکڑہارے کا مکان ہے جس کی بیوی کبھی آپ کے یہاں جا رو بہ کشتی کا کام کرتی
 تھی لیکن خدا کی شان کہ آج اس کے بڑے ٹھاٹھ ہیں۔ بیگم نے اپنی ایک خواص سے
 کہا تو لکڑہارے کی بیوی کو ذرا دیر کے لئے میرے پاس بلا لاتا کہ خستہ حال لکڑہارے
 کے اس حیرت انگیز تعمیری انقلاب کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔ خواص گئی اور دم کے دم
 میں لکڑہارے کی بیوی کو بلا لائی۔ وزیر کی بیگم نے اس سے پوچھا تم تنگدستی اور ناداری
 کا شکار تھیں۔ پھر تمہیں یہ شاندار تمول کس طرح حاصل ہو گیا؟ اس پر لکڑہارے کی بیوی
 نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق کونڈوں کے بھرنے اور ان کی
 برکت سے ایک بڑا دینہ ہاتھ لگنے کی پوری داستان بیگم کے سامنے پیش کر دی۔

وزیر کی بیگم نے یہ سب کچھ سنا تو وہ مسکرائی اور کہا کہ تیری باتیں دل کو نہیں
 لگتیں۔ کونڈوں کا بھرنا بھی کون سا کارنامہ ہے جو آدمی کو یکدم زمین سے اٹھا کر
 آسمان پر پہنچا دے۔ مجھے تیری بات پر بالکل یقین نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے
 شوہر نے رہزنی کر کے یا کہیں ڈاکہ ڈال کر یہ وافر دولت حاصل کی ہے۔ وزیر کی بیگم
 جب کونڈوں کی فضیلت پر ایمان نہ لائی تو فوراً ہی اس پر اور اس کے شوہر پر ایک غیبی
 عتاب نازل ہوا۔ اس کا شوہر بادشاہ کا بڑا وزیر تھا اور بڑا ہی منہ چڑھا وزیر تھا۔ چھوٹا
 وزیر دل ہی دل میں اس سے جلا کرتا تھا اور دن رات شاہی دربار میں اس کو نیچا دکھانے
 کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ موقع ہاتھ آیا تو مؤثر طریقہ پر اس نے بادشاہ کے کان بھرے

رجب کے کوٹھوں پر ایک نظر
 رازداری کے ساتھ بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ بڑا وزیر آپ کی حکومت کا بہت بڑا
 خائن ہے۔ اس نے خیانت کے ذریعہ سرکار کی بہت بڑی دولت اپنے قبضہ میں کر رکھی
 ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کے حساب کی جانچ کرا کر دیکھ لیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑے وزیر کے حساب کی جانچ کروائی جائے اور جب
 شاہی حکم سے حساب کی جانچ کرائی گئی تو شاہی خزانے کا لاکھوں کاغبین بڑے وزیر کی
 طرف سے نکلا۔ بادشاہ کو جلال آ گیا۔ اس نے فوراً ہی بڑے وزیر کو وزارت کے
 عہدے سے معزول کیا اور اس کی ساری جائیداد اور اس کا تمام مال و متاع ضبط کر کے
 اسے شہر بدر کر دیا۔

جو وزیر کل تک حکومت کے ہر سیاہ و سفید کا مالک تھا آج جب اس پر شاہی
 عتاب نازل ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسے اپنی بیگم کے ساتھ پاپیادہ خالی ہاتھ اس حال
 میں شاہی حدود سے شہر بدر ہو جانا پڑا کہ زاوراہ کے لئے ایک پیسہ بھی اس کی گرہ میں نہ
 تھا۔ صرف دو درہم کسی طرح بیگم کی جیب میں پڑے رہ گئے تھے۔ راستہ میں کسی جگہ
 خربوزے بکتے دیکھے تو بیگم نے ایک درہم دے کر ایک خربوزہ خرید لیا اور اسے ایک
 دستی میں باندھ لیا کہ دم اشتہا بھوک کی تکلیف سے کچھ نہ کچھ نجات حاصل کی جاسکے۔

جس دن وزیر کو شاہی حکم سے شہر بدر کیا گیا تھا اسی دن بادشاہ کا شہزادہ صبح
 سویرے شکار کو گیا تھا لیکن جب شام تک شہزادہ شکار سے لوٹ کر واپس نہ آیا تو بادشاہ
 کو شہزادے کی طرف بڑی تشویش ہوئی۔ چھوٹے وزیر نے شاہی آداب بجالاتے
 ہوئے عرض کی جہاں پناہ شہزادے صاحب جس راہ شکار کو گئے تھے اسی راہ معزول

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر

وزیر کو بھی جاتے دیکھا گیا ہے۔ نصیب دشمنان کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ میں وزیر صاحب انتقاماً شہزادے صاحب کو کوئی گزند پہنچادیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے بہت سے سواروں کو چاروں طرف دوڑایا کہ وزیر جہاں بھی ملے اسے فوراً گرفتار کر کے لئے آئیں۔ سوار گئے اور دم کے دم میں وزیر کو راستے سے گرفتار کر کے لے آئے اور پابہ زنجیر بادشاہ کے حضور پیش کر دیا۔ وزیر کے ہاتھ میں رومال میں بندھا ہوا خر بوزہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ معزول وزیر نے عرض کیا حضور یہ خر بوزہ ہے۔ لیکن جب کھول کر دیکھا گیا تو خر بوزہ کی جگہ خون میں تھڑا ہوا شہزادے کا سر تھا جسے دیکھ کر شاہی غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حکم ہوا کہ دونوں کو جیل بھیج دیا جائے اور صبح سویرے ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

معتوب وزیر اور اس کی بیگم دونوں کے دونوں بصد ذلت و خواری جب جیل پہنچے تو ان کا بُرا حال تھا۔ انتہا درجہ کی پریشانی کی حالت میں سر تا سر یاں کا عالم ان پر طاری تھا۔ اسی حال میں شکستہ خاطر وزیر نے غمزدہ بیگم سے کہا معلوم نہیں اللہ کی جانب میں ہم سے کونسی خطا سرزد ہوئی کہ جس کا خمیازہ اس بے پناہ مصیبت کی صورت میں ہمیں بھگتنا پڑا ہے کہ اچانک ہاتھ سے وزارت گئی پھر ذلت کے ساتھ ہمیں شہر بدر کیا گیا پھر پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا اور اب صبح ہوتے ہوئے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ رومال میں بندھے ہوئے خر بوزے کا حیرت انگیز طریقہ پر شہزادے کا سر بن جانا بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ضرور ہم سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے ورنہ کہاں خر بوزہ اور کہاں شہزادے کا سر۔ اب ہمیں اور تمہیں دونوں کو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر اور اپنی جس غلطی کا پتہ چلے اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اللہ سے معافی کی دعا مانگنی چاہیے۔

بیگم نے کہا جہاں تک یاد پڑتا ہے مجھ سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس کا یہ عبرتاً انجام سامنے آتا لیکن ہاں کئی دن ہوئے میں نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈوں کے عقیدے پر ایمان لانے سے ضرور انکار کر دیا تھا۔ پھر بیگم نے لکڑہارے کی بیوی کے کونڈے بھرنے اور کونڈوں کی کرامت سے دم کے دم میں اس کے مالدار ہو جانے کی پوری داستان وزیر کو سنائی۔

وزیر نے بیگم کی زبان سے جب لکڑہارے کا یہ پورا قصہ سنا تو کہا بیگم تم نے امام کے قول کی تصدیق نہیں کی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر کونڈے بھرنے کے عقیدے پر تم ایمان نہیں لائیں۔ حقیقت میں یہی امام کی شان میں تمہاری بہت بڑی گستاخی تھی۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس گستاخی کا شاہی عتاب کی صورت میں یہ سارا وبال ہم پر پڑا ہے۔ بیگم نے بھی اس بات پر یقین کر لیا اور سچے دل سے عہد کیا کہ اگر اس بے پنا مصیب سے نجات ملی تو شاندار اہتمام کے ساتھ امام کے کونڈے ضرور بھروں گی۔ پھر دونوں امام کا وسیلہ پکڑ کر رات بھر خدا سے دعا کرتے رہے۔ ذرا دیکھئے کہ کس قدر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کونڈوں کے لئے محنت کی گئی ہے اور ڈرایا گیا ہے کہ کونڈے نہ بھرنے کی یہ سزا ہے تاکہ لوگ ڈر کے مارے ضرور بضرور کونڈے بھریں۔ نماز اور روزوں کی کوئی پرواہ نہیں لیکن کونڈے ضرور بھرنے ہیں۔

روزہ نماز نہ حج و زکوٰۃ
سمجھتے ہیں رسموں میں اپنی نجات

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
 گذاریں افسانوں میں راتیں تمام
 نہ لیں ہاتھ میں پر اللہ کا کلام
 یعنی نماز اور روزوں سے کونڈوں کے مقام کو بڑھا گیا۔
 یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود
 سنتا جا اور شرماتا جا۔ اگر غیرت ہے تو اپنے مسلک سے توبہ کرتا جا۔

اب ادھر جیسے ہی بیگم نے بصد عقیدت کونڈے بھرنے کا عہد کیا ادھر ویسے
 ہی حالات نے اپنا رنگ بدلا یعنی صبح ہوئی تو بادشاہ کا گمشدہ شہزادہ صحیح سلامت گھر
 واپس آ گیا۔ شہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کو بہت بڑی خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی۔ اس
 نے فوراً اسیران (قیدی) جیل کو اپنے پاس طلب کیا۔ پھر رومال کھول کر دیکھا گیا تو
 اس میں شہزادے کے سر کی جگہ وہی خر بوزہ برآمد ہوا جو ان مصیبت کے ماروں نے راہ
 چلتے خرید لیا تھا۔ بادشاہ نے معتوب وزیر سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟

وزیر نے کونڈوں کے بارے میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد
 سے لے کر لکڑہارے کی پوری داستان ساری سرگذشت بادشاہ کے روبرو پیش کر دی
 اور عرض کی جہاں پناہ حقیقت یہ ہے میری بیوی نے امام صاحب کے قول کو جھٹلایا تھا
 اور کونڈے بھرنے کے عقیدے سے اظہار بیزاری کیا تھا اسی پاداش میں ہم دونوں کو
 ذلت و رسوائی کا یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ ورنہ کہاں آپ کا یہ دیرینہ نمک خوارہ خادم اور
 کہاں خزانہ عامرہ سے لاکھوں کی خیانت اور غبن کا ارتکاب اور کہاں خر بوزہ اور کہاں
 شہزادہ والا تبار کے دشمنوں کا سر۔ بادشاہ وزیر کی زبان سے یہ حالات سن کر بہت متاثر

ہوا۔ اس نے اسی وقت وزارت اعلیٰ کا منصب عالیٰ نئے سرے سے پھر بڑے وزیر کو سونپ دیا اور تلافیء مافات کے طور پر ایک خلعت فاخرہ سے بھی اسے نوازا اور چھوٹا وزیر اسی وقت راندہ دربار ہوا جس نے شرارت سے بڑے وزیر کے خلاف بے بنیاد لگائی بجھائی سے کام لیا تھا اور لاکھوں کاغبین بڑے وزیر کے ذمہ نکالا تھا۔ اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور ہمیشہ کے لئے اس کو ذلت کے ساتھ شہر بدر کر دیا گیا۔

پھر شاہی محل سے لے کر کا شانہء وزیر تک بڑی دھوم دھام اور بڑے ہی شانہ اہتمام کے ساتھ کوٹھے بھرنے کی رسم ادا کی گئی اور پھر وزیر کی بیگم تو زندگی بھر بڑی عقیدت کے ساتھ ہر سال امام صاحب کے کوٹھے بھرتی ہی رہی۔

داستان کا ایک تنقیدی جائزہ آؤ بات کو کھولیں

حقائق کو جن میں چھپایا گیا ہے
وہ پردے نظر سے اٹھا رہا ہوں
دیکھا آپ نے اصل دین سے ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کتنی
کوشش اور جا ذہبت ہے اس من گھڑت کہانی میں کہ جو سنے فریضہ عقیدت سے سردھنے
اور حق و باطل میں تمیز کئے بغیر بصد عقیدت کو نڈے بھرنے کو تیار ہو جائے۔ لیکن یاد
رکھئے:

صدقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے
اب آئیے ذرا تحقیق کا چشمہ پہن کر قرآن و حدیث کی رو سے اس من گھڑت
افسانے کا موازنہ کریں اور اس کا تنقیدی جائزہ لیں:

وسوف تری اذا انكشف الغبار
انزس تحت رجبک ام جمار
1- داستان میں کہا گیا کہ لکڑہارا جب دیس چھوڑ کر پردیس چلا گیا تو لکڑہارے
کی بیوی نے اس وقت وزیر کی بیگم کے سامنے جا کر اپنا دکھ درد بیان کیا۔

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر

قارئین! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچئے گا یہ داستان تب کی ہے جبکہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے جیسا کہ داستان کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ اب جب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تو اس بیوقوف اور گستاخ (لکڑہارے) کی بیوی کو وزیر کی بیگم کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ امام کے پاس جا کر اپنا دکھ بیان کرتی اور گمشدہ شوہر کا معلوم کرتی کہ وہ کہاں ہے؟ تو امام صاحب اپنی کرامت سے اس کے روپوش شوہر کا پتہ بتلا دیتے کہ فلاں جنگل میں اور فلاں علاقہ میں ہے اور اس کا درد اور دکھ دور کر دیتے پھر تو کوئٹوں کی زحمت نہ کرنی پڑتی اور ان کی فاتحہ کا تکلف نہ کرنا پڑتا۔ خواجواہ اس احمق اور بے ادب (لکڑہارے کی بیوی) عورت نے وزیر کے گھر میں بارہ سال خادمہ اور جھاڑو دینے کے فرائض سرانجام دیئے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں

ان کی باتوں کا اعتبار نہیں

امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

تو یہ ہے اندھی تقلید۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوا

کرتے۔

”اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے“

(2) افسانہ میں یہ بیان ہوا کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فاتحہ کرانے اور اپنے ہی بتائے ہوئے طریقے پر خستہ پوریوں سے اپنے نام کے کوئٹے بھروانے کا حکم خود اپنی ہی زبان مبارک سے دیا اور گارنٹی اور ذمہ داری کیساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ

میں اس عمل کے ذریعہ ہر ایک کی مراد پوری ہو جائیگا ضامن ہوں اور اگر کوٹھے بھرنے کے بعد کسی کی حاجت پوری نہ ہو تو قیامت کے دن میرا دامن پکڑ لے اور مجھ سے باز پرس کرے۔

الف:- ذرا سوچئے اور سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کیجئے کہ کیا امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے اس قسم کی لغوبات کا صدور ہو سکتا ہے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی شان تو بہت اونچی اور بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لغویات اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا اور نہ اس قسم کا کوئی بیہودہ دعویٰ کر سکتا ہے۔

بلا سے ہماری جو چاہے کرو
اماموں کو لیکن نہ رسوا کرو

ب:- پھر یہ کتنی مضحکہ خیز اور حیرت انگیز بات امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ کرانے کا حکم خود اپنی زبان مبارک سے دیا حالانکہ ایصالِ ثواب یا فاتحہ کسی کی بھی ہو موت یا وفات کے بعد ہی ہوا کرتی ہے تو پھر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے نام کے کوٹھے بھروانے اور اپنی فاتحہ کرانے کا حکم کیسے دے دیا کاش کہ مسلمانوں کو عقل کے ناخن آجائیں۔

عاقل کو پس اک حرف ہے تحقیق کا کافی

نادان کو کافی نہیں دفتر کا اٹالہ

(3) اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ لکڑہارے کی بیوی بارہ (12) برس تک بچوں

رجب کے کوٹوں پر ایک نظر

سمیت وزیر کی بیگم کے یہاں اپنی مصیبت بھری زندگی کے دن گذارتی رہی۔ لیکن جب اس کا شوہر بے شمار مال و دولت لے کر پردیس سے واپس گھر آیا اور اس نے وزیر کی بیگم کے محل کی نوکری چھوڑی تو وزیر کی بیگم کو یہ تک نہ بتایا کہ میرا شوہر بہت بڑے مال و خزانے کیساتھ گھر واپس آ گیا ہے۔ اس لئے اب مجھے نوکری کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ بیگم وزیر ہی نے لکڑہارن سے نوکری چھوڑنے کا سبب پوچھا!!

یہ ہیں اندھے تقلید کے کارنامے صرف تقلید کا لوگ چشمہ پہن کر پھر رہے ہیں انہیں سوائے تقلید کے اور کچھ نظر آتا ہی نہیں اور یاد رہے تقلید انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

پڑھے ہیں عشق کا دفتر الف۔ ب۔ ت۔ ہم نہ سیکھے

نہ تختی ہاتھ میں پکڑی نہ ہم چھوٹا قلم سیکھے

(4) پھر یہ بات قابلِ معطیر ہے کہ وزیر کے محل کے پاس ہی لکڑہارے کا شاندار مکان بن کر تیار ہو جاتا ہے لیکن وزیر کی بیگم کو اس کی مطلق خبر نہیں پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ اتفاق سے اپنے محل کے بالاخانہ پر پہنچتی ہے۔

یہ کتنی ان نیچرل سی خلاف عقل بات ہے کہ ایک بڑی عمارت وزیر کے محل

کے پاس ہی بن کر تیار ہو جائے اور بیگم کو اس کا بالکل پتہ نہ چلے حالانکہ معمولی سے معمولی مکان کے تعمیر ہونے حتیٰ کہ لیٹرین بننے کا بھی پاس پڑوس اور اہل محلہ کے لوگوں کو علم ہو جاتا ہے اور جب کوئی بڑی عمارت تعمیر ہو تو دور کے لوگ بھی اس سے واقف ہو جاتے ہیں اور عجیب بات کہ ایک ہاتھ روم بننے میں ہفتہ لگ جاتا ہے لیکن محل

ایک ہی رات میں بن گیا نہ کسی نے مزدور دیکھے نہ کسی کو مستری کا پتہ چلا اور نہ ہی معلوم ہوا کہ محل کا سامان کہاں سے اور کیسے آیا ہے ایسا لگتا ہے کہ محل کا پورا سامان آسمان سے آیا تھا مزدور جن تھے، زر، مستری فرشتے تھے العیاذ باللہ۔ یا تو پھر یہ ہوگا کہ کسی دیو نے آ کر رات کو محل گاڑ دیا۔ پھر سوچئے کیا دینہ کے ساتھ الف لیلیٰ کے چراغ الہ دین کی طرح کوئی جادو کا چراغ بھی لکڑہارے کے ساتھ لگ گیا تھا۔ کہ جس کے ذریعے پلک مارتے ہی لکڑہارے کا یہ عالیشان مکان بن کر تیار ہو گیا اور وزیر کی بیگم کو اس کے تعمیر ہونے کی بالکل خبر نہ مل سکی یا انصافی علیٰ ہذا۔ تو غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس افسانے میں عقل کے گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔

انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف ہی نہیں

دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف ہی نہیں

(5) مزے کی بات یہ ہے کہ اس افسانے میں خربوزہ کو کیوں شامل کیا گیا ہے وہ بھی اپنے مقام پر بڑے نکتے کی بات ہے جو ایک خاص لطافت سے خالی نہیں شاید آپ کو پتہ نہ ہو آئیے ذرا ملاحظہ کیجئے اصل میں خربوزہ اور لفظ جعفر میں معنی کے اعتبار سے ایک طرح کی خصوصی مناسبت ہے لغت کو اٹھا کر اس کے اوراق پلٹ کر دیکھئے لفظ جعفر کے جہاں اور کئی معنی ہیں وہاں عربی زبان میں خربوزہ کو بھی جعفر کہتے ہیں۔

اس افسانہ کو گھڑنے والے نے کس قدر ہوشیاری سے کام لیا ہے بڑی محنت و مزدوری کی ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اہل حدیث کھڑے ہو گئے اور کہا کہ خبردار لوگو یہ کام دو نمبر ہے اصلی نہیں نقلی ہے۔

اوروں پر معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
 اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا
 بیچارے افسانہ نگار نے اندھیرے میں بڑے تیر پھینکے کہ شاید تکہ لگ
 جائے اور شکار ہاتھ آجائے لیکن اہلحدیثوں نے چوری پکڑ لی اور اس شکاری کو شکار
 (حاصل کرنے) سے محروم کر دیا۔ پس اس پر یہ بات صادق آتی ہے۔

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی
 ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی
 (6) اور یہ بات بڑی ہی حیرت انگیز ہے کہ افسانہ میں نہ بادشاہ کا نام بتایا گیا ہے اور
 نہ وزیر کا نہ بادشاہ کے شہزادے اور نہ لکڑ ہارے کا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو پتہ ہے کہ اہلحدیث بڑے نکتہ دان ہوتے ہیں
 اگر ان کے نام ظاہر ہوں گے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے
 کہ یہ افسانہ من گھڑت ہے دوسری بات یہ کہ اگر نام بتائیں گے تو اہلحدیث تحقیق
 کریں گے اور پھر ہماری چوری پکڑ لیں گے جب چوری پکڑی جائے گی تو یہ پھر ہمیں
 عدالت میں کان پکڑا کر مرغہ بتائیں گے اس لئے چالاکی سے کام لیتے ہوئے نام
 ظاہر نہیں کئے پس یہ کہہ دیا کہ ایک بادشاہ تھا اس کا وزیر تھا اور ایک لکڑ ہار تھا تا کہ قصہ
 بھی بن جائے اور مرغہ بننے سے بھی بچا جائے جیسے مثل مشہور ہے کہ سانپ بھی مر
 جائے اور لاشی بھی بچ جائے۔ تو یہاں بھی یہی طریقہ استعمال کیا گیا ہے بہر حال
 چوری پکڑی ہی جاتی ہے۔ اس طرح دین کے چور تو بڑی آسانی سے پکڑ لئے جاتے
 ہیں۔ بہر حال:۔

دام گیسو میں پھنسا دل پاؤں میں زنجیر ہے
وہ تمہارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے

یہ کوٹڑے بھلا کس کے ہیں

اب ذرا یہ سوچئے کیا یہ کوٹڑے رسول اللہ ﷺ کے ہیں یا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہیں یا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے ہیں ہرگز نہیں تو بہر حال یہ جس کے بھی ہیں اس کا کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت اس چیز کا نام ہے جو رب کے قرآن میں ہو یا نبی کے فرمان میں ہو اور شریعت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے عمل کیا یا آپ ﷺ کے صحابہ نے عمل کیا اگر رسول اللہ ﷺ نے کوٹڑوں کے بھرنے کا حکم دیا ہے یا صحابہ نے کوٹڑے بھرے ہیں تو ہم بھی بھرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب دلیل نہیں ملتی۔ اور نہ صحابہ سے ثبوت ملتا ہے تو پھر یہ کوٹڑے بھرنا دین سے محبت کی علامت نہیں بلکہ پیٹ پرستی ہے یا درکھیں دین کسی کی مرضی یا چاہت کا نام نہیں ہے بلکہ دین اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا نام ہے اور دین بڑا واضح ہے اور حق والوں کی علامت بھی بڑی واضح ہے کوئی نہ دیکھنا چاہے یا نہ سمجھنا چاہے تو کوئی کسی اندھے کو پینا نہیں بنا سکتا اور نہ کوئی بے عقل کو عقل دے سکتا ہے اگر کوئی دیکھتا ہو تو اس سے کہا جائے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو وہ دیکھ لے گا لیکن اگر کسی نے آنکھیں ہی بند کر رکھی ہوں تو چاہے سورج ہزار بار چڑھے کسی اندھے کو روشنی نہیں دکھائی دے سکتی۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اب آئیے ایک قدم آگے چلتے ہیں

جان رکھیے! یہ فعل (رجب کے کونڈے) سراسر بدعت ہے۔ اس کا ارتکاب جو بھی کرے گا خواہ ملاں ہو یا مفتی، پیر ہو یا مرید (اگر یہ تو بہ کئے بغیر مر گئے) تو سب اللہ کے مجرم اور جہنم کے ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ کی آگ سے محفوظ فرمائے آمین۔

یہ بات قابل محل ہے کہ رجب کے کونڈے کس طرح آئے۔ آئیے میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ دراصل یہ یہودیت اور مزاعیت اور رافضیت کی سازش ہے۔ ان کی سازش کی وجہ سے یہ رسم اور بدعت مسلمانوں میں آچکی حالانکہ آپ پچھلے زمانہ پر نظر دوڑائیں گے اور تاریخ کے اوراق پلٹیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ 1906ء سے قبل اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس کا آغاز ریاست رام پور میں 1906ء سے ہوا ہے۔ ایک کہانی ”داستان عجیب“ کو چھپوا کر رام پور میں عام طور پر تمام مسلمانوں میں تقسیم کرایا۔ پس ”الناسُ علی دین ملوکھم“ کے تحت رام پور کے سنی مسلمانوں نے بھی اسی زمانے میں اس رسم کو اپنانا شروع کر دیا تھا۔ پھر یہ رسم رام پور سے لکھنؤ پہنچی اور 1911ء تک اس کا روز افزوں ترقیات کے ساتھ پورے اودھ، روہیلکھنڈ اور دوسرے مقامات پر پھیلاؤ شروع ہو گیا۔

تو سابقہ یاداشتیں بتاتی ہیں کہ کونڈے بھرنے کے عام رواج کی ابتداء سب سے پہلے 1906ء میں ہوئی جبکہ اس سے قبل نہیں تھی۔ بہر حال کونڈوں کی رسم ایک نو ایجاد رسم اور بدعت ہے جس کا حقیقت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق

نہیں اور نہ 22۔ رجب سے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے۔ حالانکہ 22۔
 رجب نہ امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا یوم ولادت ہے اور نہ یوم وفات۔ ان کی ولادت 8۔
 رمضان 17ھ یا 17 ربیع الاول 83ھ اور وفات بالاتفاق 15 شوال 148ء میں
 ہوئی ہے۔ اب جب رجب کی 22۔ تاریخ نہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش
 کا دن ہے اور نہ وفات.....؟ تو پھر اس 22۔ رجب کا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
 سے کیا تعلق اور پھر ان کے نام پر کیوں فاتحہ وغیرہ اس مہینہ میں ایجاد کئے گئے۔
 اپنے ذہن کو ذرا میرے حوالے کیجئے اور سنئے:

آئیے ذرا بات کو کھولیں

درحقیقت یہ یہودیوں اور شیعوں کی کرم نوازی ہے جن کے آج مسلمان
 شکار ہو چکے ہیں جیسا کہ تمام سنی جانتے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 سے دلی بغض و عناد رکھتے ہیں۔ جس طرح وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر
 ہر سال جشن عید و مسرت مناتے ہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاتل فیروز کو بابا
 شجاع الدین کا لقب دیکر اس کے ساتھ اپنی دلی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، بالکل
 اسی طرح وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر بھی 22۔ رجب کو خوشی مناتے ہیں۔
 اور اسی جشن مسرت کے سلسلہ میں وہ شیرینی یا میٹھی خستہ پوریاں وغیرہ کر کے آپس
 میں کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ محض پردہ پوشی کے لئے اس رسم کو جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
 کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ تقریب اور رسم سیدنا معاویہ رضی اللہ
 عنہ کی وفات کی خوشی منائی جاتی ہے

رجب کے کوئٹوں پر ایک نظر
غور کیجئے! کس طرح مسلمانوں کے ایمان کا کوئٹا کیا جا رہا ہے ان کے عقائد کو
بگاڑا جا رہا ہے زہر کی لولی چینی میں پیٹ کر کھلائی جا رہی ہے لیکن سنی مسلمانوں کی
آنکھیں نہیں، وہ غفلت کی نیند سوس رہے ہیں اور کوئٹے بھرنے اور نذر نیاز کرنے میں
خوش ہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا
تو پھر آخر یہ کیوں اے سنی مسلمانوں میری بات کو ذہن نشین کر لو اور اس کو اپنے
پلے سے باندھ لو یہ یہودیت اور شیعیت کی سازش ہے انہوں نے سوچا کیوں نہ ایک
ہی پتھر سے دو شکار کئے جائیں۔

(1) ایک تو یہ کہ ان کے عقیدے کو فاسد کرنے کے لئے ان کو نذر نیاز کے پیچھے لگا دیا
جائے جب عقیدہ ہی فاسد ہو جائے تو باقی کچھ کیا رہ جائے گا اس کی مثال یوں سمجھئے
”نہ رہے بانس نہ بجے بانسری“۔

(2) دوسرا یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر غم کی بجائے انہیں خوشی اور مسرت کا
کوئی کھلونا دے دیا جائے اور کھیر اور حلوہ پکانے کے پیچھے لگا دیا جائے کس طرح
ہمارے ایمان کا کباڑہ بنایا جا رہا ہے لیکن اندھی تقلید نے ہماری ٹانگوں کو توڑ کر رکھ دیا
ہے اور فرقہ آرائی کے تعصب نے ہمیں بے بس اور بے کس کر کے رکھ دیا ہے فرقہ
آرائی کے تعصب کا زہر سینکڑوں انسانوں کی جان لے چکا ہے اور یہ لعنت بہت ہی
بڑھ چکی ہے اس وباء سے اپنے آپ کو محفوظ کیجئے اور اس بیماری سے بچنے کیوں کہ

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

بہر حال آگے چلے شروع شروع میں تو کافی عرصہ تک یہ رسم دہلی دہلی شیعوں کے حلقہ تک محدود رہی لیکن پھر شیعوں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی خوبصورت فریب اور تقیہ سے کام لے کر سنیوں کو بھی وفاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کے اس جشنِ مسرت میں غیر شعوری طور پر شریک کر لیا جائے چنانچہ انہوں نے سنیوں کے ساتھ ایک عجیب گیم کھیلی جو کہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ (یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر پردہ ڈال کر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کوئٹوں کا فرضی افسانہ گھڑا)۔

جس پر اندھی تقلید کے فاعل اور توہم پرست سنی مسلم عوام نے اس کہانی کو پڑھایا یا سنا تو ”صدقے جاواں“ کے تحت وہ غیر شعوری طور پر فریضہ عقیدت سے اس جھوٹی کہانی پر ایمان لے آئے نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی عرصہ میں اس فرضی داستان کے سبب بہت سے دین سے ناواقف سنی عوام نے بھی غیر شعوری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات 22 رجب کو شیعوں کی طرح اپنے یہاں بھی ایک خوشی کا دن قرار دیا چنانچہ آگے چل کر اب اکثر سنی مسلم (جو حقیقت حال سے بے خبر ہیں) 22 رجب کو عید جیسی خوشی مناتے ہیں اور اس دن بچوں کو بڑے چاؤ کے ساتھ نہلا ڈھلا کر نئے نئے کپڑے وغیرہ پہناتے ہیں اور پھر اہتمام یہ ہے کہ عورتیں غسل اور وضوء سے آراستہ ہو کر پوری پکانا شروع کرتی ہیں اب ان باتوں کا چرچا عورتوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کے شوہر بھی اس بارے میں ان کے ہم خیال بن چکے ہیں کوئی

لڑکے کی حیات کے لئے کونڈے کرتا ہے تو کوئی کسی منت کیلئے؟ ان کے متعلق کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

طریقہ فاتحہ کے ضمن میں ایک کتاب تصنیف ہے یعنی 22 رجب کو نماز فجر کے بعد پوریاں کونڈوں میں رکھ کر فاتحہ ہوتی ہے اور وہ کتاب پڑھی جاتی ہے جس میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ 22 رجب کو کونڈے کرو اور میرے تو سئل سے مراد طلب کرو اور جو مراد پوری نہ ہو تو قیامت کے دن تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔

22 رجب کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں شیعوں کے یہاں خفیہ خفیہ جشن مسرت منایا جاتا تھا اور اس سلسلہ میں شیرینی اور پوریوں وغیرہ کو عام تقسیم سے بچا کر کسی مخصوص مقام پر ہی بٹھا کر کھلایا جاتا تا کہ محرم کے تبراً کی طرح سنیوں کو اس کا پتہ نہ چلے یہی وجہ ہے کہ اب تک کونڈوں کی پوریوں کو اپنے مخصوص مقام سے باہر نہیں نکالا جاتا بلکہ کسی خاص (پردہ والی) جگہ پر ہی بٹھا کر کھلایا جاتا ہے عزیز واقارب کو گھر میں بلا کر کھلائی جاتی ہیں ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں اور یہ فاتحہ ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت مندی کے ساتھ ہوتی ہے یہ رسم برابر بڑھتی جا رہی ہے اور ایک دوسرے کے یہاں جوق در جوق مثل مجلس طلبی بھرتی ہوتی جا رہی ہے اہل تشیع کی طرح اب سنیوں کے گھر میں فاتحہ اور کونڈوں کا زور و شور ہو چکا ہے اور بڑی دھوم دھام

کیساتھ سنیوں کے گھر میں یہ بدعت ہو رہی ہے لیکن کبھی سنیوں نے غور نہیں کیا۔ پس میٹھی میٹھی چیزیں کھا کر سن ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلا ہے آج شیعہ اور یہودی ان کے عقیدے پر ناچ رہے ہیں لیکن ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں پس کیا کہیں۔

قابل جرم ہے اس دور میں چپ رہنا بھی
اور کچھ کہیئے زبان سے تو گلا ہوتا ہے

بہر حال یہ کونڈے نو ایجاد رسم اور بدعت ہے جس کا حقیقی طور پر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس دن ایک ایسی شخصیت اور ایک ایسی عظیم الشان ہستی کی وفات ہوئی ہے جن کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور جن کی وفات کی خبر سن کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کھانے کے دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے لیکن جب اس شخصیت کی وفات کی خبر ان کے کانوں تک پہنچتی ہے تو دسترخوان اٹھا دینے کا حکم دیتے ہیں اور بغیر کھانا کھائے دسترخوان سے اٹھ پڑتے ہیں اور جن کی وفات پر امت اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگی وہ شخصیت کون تھی وہ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر صحابی اور امین اور کاتب وحی تھے۔ اس کی وفات کا خیال کر کے چودہ سو برس کے بعد ایک مومن (کہلوانے والے) کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے پھر وہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا بہانہ بنا کر کونڈوں کی شکل میں نیاز اور شیر میناں وغیرہ پکا کر اپنے منہ کے کڑوے مزے کو میٹھا بناتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں شیعہ حضرات کو ہمیشہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے گہرا بغض و عناد ہے اس لئے ان کی وفات ہی کی خوشی میں

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
جشن مسرت منایا کرتے ہیں لیکن سُنی مسلمانوں کیلئے یہ بات کسی طرح بھی زیبا نہیں
کہ وہ شیعوں کے جھانے میں آ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کو
شیعوں کے مسلک کی تقلید کرتے ہوئے اپنے یہاں بھی عید جیسی خوشی منائیں۔

یہاں پر ہے جو کچھ کہ میں نے لکھا

کریں اس پر انصاف مومن ذرا

قد تبين الرشيد من الغي. (البقرة: 256)

تحقیق ہدایت واضح ہو چکی ہے گمراہی سے۔

قد ظهرت فلا يخفى على احد

الاعلى احد لا يعرف القمر

(لمحہ فکریہ)

معزز قارئین: جب اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر ہمیں کس نے یہ حق دیا ہے کہ دین اسلام میں اس
طرح کے نئے نئے کام ایجاد کریں یا درکھئے کونڈوں کے بھرنے میں رسول اللہ ﷺ
کی کھلی خلاف ورزی ہے یہ نیکی نہیں بلکہ گناہ ہے جاہل لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنے
ایمان کی دولت کو ضائع نہ کریں بلکہ اس راہ کو اپنائیے جو سنت کی راہ کہلاتی ہے باقی
تمام راہوں کو چھوڑ دیجئے۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اللہ کے واسطے اپنی آنکھیں کھولنے ہوش کیجئے اور حق کی تلاش کیلئے جستجو کیجئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو کنویں کا مینڈک نہیں بنایا کہ ہر پھر کے ایک ہی دائرہ میں چکر لگاتا رہے اور پھرو ہیں جی بس کرم جائے۔

ہر پھر کے دائرہ میں ہی رکھتا ہوں میں قدم

آئی کہاں سے گردش پر کار پاؤں میں

بھائیو: تقلید کے محدود کنویں سے نکل کر اس وسیع سمندر کا جائزہ لیجئے جیسے قدرت نے آپ کی شناوی کیلئے وجود بخش رکھا ہے اپنی صلاحیتوں سے اپنے ماحول کی گھٹن کو عالمگیر اسلامی فکری انقلاب سے آشنا کریں دوسروں کی فکر کا محتاج بن کر رہ جانے کے بجائے دوسروں کی فکر میں تبدیلی پیدا کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو عالمگیر شناوری کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اس نے تو محض انسان کو بھی احسن تقویم کے شرف سے نوازا رکھا ہے اور مومن کا مقام تو بہت ہی بلند ہے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام کے منزل مسلمان کی
عزیزانِ من :- تقلید کی اندھیاری نے آپ کے مقام کو آپ کی نگاہوں سے
اوجھل کر دیا ہے ذرا کروٹ بدلئے اس ذہنی مرعوبیت کے حصار سے باہر نکلئے اپنے
آپ میں سنبھلئے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیجئے اپنی قوت کا اندازہ کیجئے اور تقلید کی رسی کو
اپنے گلے سے اتار پھینکتے کہ آپ اس لائق نہیں ہیں اس نے آپ کی سوچ کو بہت سکیڑ
دیا ہے آپ کی قوت کو محدود کر دیا ہے آپ کی صلاحیتوں کو زنگ خوردہ بنا دیا ہے جبکہ

مومن تو ہر اعتبار سے ہی بے حدود ہے۔

اک کھیل ہے اور نگ سلیمان میرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسجا مرے آگے

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آپ جو اس بات پر مامور تھے کہ اللہ اور اس کی
خدائی کی معرفت حاصل کریں آپ خود اپنے آپ کو پہچان نہ سکے آپ نے ایک شخص
کے کہنے پر اپنے آپ کو جاہل اور عقل سے دستبردار ہو کر رہنا تو منظور کر لیا علم سے منہ
موز لیا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے الگ ہو گئے۔

تحقیق سے روشنی پھیلتی ہے جب کہ تقلید سے اندھیرے پھلتے ہیں
آہ عزیزو: اگر آپ کبھی دوسروں سے اپنا تقابلی جائزہ کا موقع پائیں تو آپ یہ دیکھ
کر حیراں رہ جائیں گے کہ امریکہ اور روسی کافروں نے جب ایوان علم و تحقیق کی دیوار
پر اپنی جدوجہد کی کند پھینگی تو انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے فضاؤں کو محکوم اور خلاؤں کو
مسخ کر ڈالا مگر آپ جن کو اللہ تعالیٰ نے قوموں کی امانت سونپی تھی اور جن کو نوح انسانی
کے لئے معلم بنا کر مبعوث کیا تھا آپ نے کسی بزرگ کو بہانہ بنا کر خود اپنے سے بھی
دستبرداری دے دی۔

نکتہ دین سمجھ میں آ تو سکتا ہے
تیرا دماغ ہی تقلید خانہ ہو تو کیا کہیے
کبھی کان رکھو تو آپ کو قرآن پاک کے صفحوں کے اندر سے یہ آواز سنائی
دے گی ((کہ افلا تعقلون)) تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

((افلا تفکرون)) تم کیوں سمجھتے سوچتے نہیں مگر آپ ہیں کہ مومن ہو کر بھی غور و فکر اور عقل اور شعور کی دولت سے دامن بچا کر نکل جانا چاہتے ہیں اور ایک غیر نبی اور امتی کے قول پر بھی غور و فکر نہ کرنے پر انگوٹھا لگا رکھا ہے یا للعجب۔

اب ہم اپنے اس بے زباں مقلد بھائی سے کیا پوچھیں اور کیونکر پوچھیں جس کی زبان پر مہر لگا دی گئی ہے جس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے جس کے کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی ہے جس کی سوچ پر پہرے بیٹھے ہیں جس پر عقل کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں جس پر غور و فکر کی کھڑکیاں لاک کر دی گئیں ہیں اور جس سے اس کا علم اور شعور بزور چھین لئے گئے ہیں اور پھر اسے بھی اپنی اس بد حالی پر نہ کوئی افسوس ہے اور نہ اعتراض..... ہم اس سے کیوں کر پوچھیں کہ بھائی

کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اس حال میں ہم اپنے بھائی سے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ

اپنی خودی پہچان۔ او غافل انسان

میرے مقلد بھائیو:- آپ جس جگہ کھڑے ہیں یہ کسی مومن کا مقام نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مومن کو جاہل بن کر رہنے اور بے عقل بن کر جینے کیلئے پیدا نہیں کیا اس نے اسے علم دیا ہے کہ اس سے کام لے عقل دی ہے کہ اس کو استعمال کرے شعور دیا ہے کہ بات کی گرہیں کھولے اللہ نے اس کو یہ نعمتیں اس لئے نہیں دیں تھیں وہ ان کو فروخت کر ڈالے یا کسی کے پاس گروی رکھ دے۔ اگر ہمارے مقلد بھائی اپنی رواجی عقیدت سے الگ رہ کر چند لمحوں کے لئے ہماری گذارشات کو غور و فکر کا مرکز

بنائیں تو ہمارا یقین ہے کہ وہ بہت جلد اس حقیقت کو جان لیں گے ان شاء اللہ۔

مسلمک اہل حدیث

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی بات ختم کرنے سے قبل اپنے مسلک کا مختصر سا تعارف بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیں واضح ہو کہ اہلحدیث کے مسلک کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی ایک نہایت اہم وصیت پر استوار ہوئی ہے جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ارشاد فرمائی فرمایا کہ

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتہما بہما کتاب اللہ

وسنة نبیہ (المؤطا نلامام مالک بن انس کتاب القدر۔ باب النهی عن

القول بالقدر ۶۸۵، المستدرک للامام حاکم ج ۱ ص ۹۳)

میں اپنے بعد تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں تم جب تک ان

دونوں چیزوں سے (مضبوطی کے ساتھ) چمٹے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں

ہو سکو گے ان دو چیزوں میں سے ایک اللہ پاک کی کتاب (قرآن

مجید) ہے اور دوسری چیز میری سنت ہے میرا طریقہ ہے۔

عزیزان گرامی قدر:- اہلحدیث کا مسلک بس یہی کچھ ہے ان کی مساعی اور ان

کی ساری جدوجہد کا محور یہی دو چیزیں ہیں ان کی زندگی کے لیل و نہار کی ساری

گردشیں ان کی جدوجہد سعی کے سارے پہلو ان کی سانس کا ہر ہنقہ۔ ان کی سوچ کا ہر

رخ اور ان کی حیات کی ہر کروٹ انہی دونوں چیزوں کے تابع ہے۔ اپنے مسلک کے

متعلق میں یہی کہوں گا

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے سے ملی ہیں دو کتاب

ایک کلام اللہ دویم آپ کا فصل الخطاب

الہجدیث کی تعریف یہ ہے کہ وہ قرآن کا علمبردار ہے جس ذات نے

قرآن کو نازل کیا وہ اس کا پرستار ہے اور جس ذات گرامی پر قرآن اترا وہ اس کا

فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے پس وہ یہی کچھ ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کسی کا نہیں

اور کسی کے لئے نہیں اس کی زندگی انہی دو نفاذ کے لئے وقف ہے انہی کے لئے اس کا

جینا اور انہی کے لئے اس کا مرنا ہے۔

الہجدیث کے اس مسلک کو شاعر نے بڑی خوبی سے صرف دو مصرعوں میں

سمیٹ لیا ہے کہ

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

جو بھائی الہجدیث نہیں ہیں میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کیا آپ کو الہجدیث کے اس

نصب العین کی صحت سے انکار ہے؟ کوئی اختلاف ہے اور کیا آپ کے اہل غرض نے

کبھی آپ کی اطلاع میں یہ بات دی ہے کہ الہجدیث کیا چاہتے ہیں کبھی آپ کے علم

میں آیا ہے کہ الہجدیث کا نصب العین صرف کتاب و سنت کو غالب کرنا اور ان کو نافذ

کرنا ہی ہے اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں یا کوئی بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ

اسلام انہی دو چیزوں کا نام ہے ان سے باہر جو کچھ بھی ہے اچھا بھی ہو سکتا ہے بہت ہی

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر
 اچھا بھی ہو سکتا ہے نہایت اچھا بھی ہو سکتا ہے مگر اسے اسلام نہیں کہہ سکتے اسلام صرف
 یہی دو چیزیں ہیں اور اہلحدیث کا یہی عقیدہ ہے یہی نصب العین اور یہی ان کا مسلک
 ہے۔

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا

یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اہلحدیث اپنے اس مسلک کی روشنی میں قرآن و سنت کے بعد کسی کی اطاعت کے قائل
 نہیں ہیں وہ سب اچھے اور نیک شہرت رکھنے والے بزرگ کی تکریم روارکھتے ہیں ان کا
 احترام ملحوظ رکھتے ہیں ان کے نام کو سن کر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مگر وہ ان کی بات وہی
 مانتے ہیں جو قرآن و سنت کے ترازو میں پوری اترتی ہو جو بات قرآن و سنت کی ٹکڑی
 میں نہیں تلتی وہ خواہ کسی کی بھی ہو اہلحدیث اس کو مسترد کر دیتے ہیں اہلحدیث کے
 نزدیک اطاعت صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ہی واجب ہے ان کے علاوہ وہ
 کسی دوسرے کی اطاعت ہرگز واجب نہیں سمجھتے کہ

بابا کے یہاں سے کون لایا

جس نے پایا یہیں سے پایا

اپنے مسلک کا تعارف آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ
 اگر آپ نے اپنے مسلک کے ساتھ مسلک اہلحدیث کے تقابلی جائزہ کی زحمت گوارا
 کی تو آپ کو صحیح نتیجہ تک پہنچ سکنے میں کوئی بھی مشکل پیش نہیں آسکے گی ان شاء اللہ۔

مُصَوِّر کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو

اُدھر فرمانِ محمد ﷺ ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

حرفِ آخر:- اب قارئین پر رجب کے کوئٹوں کی حقیقت واضح ہو چکی ہوگی ایسی صورت میں ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طرح کی بدعات و خرافات سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہوئے کتاب و سنت صحیحہ کی شاہراہ کو اختیار کرے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اس شاہراہ پر چلانے کی فکر کرے۔

اور علماء امت اور دینی تحریکوں کے ذمہ داروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے افکار و نظریات پیش کرنے کے بجائے اللہ کے اس دین کو پیش کریں جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش کیا تھا اور صحابہ نے اس پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا تھا اور اس سلسلہ میں مصلحت پرستی کا طریقہ انتہائی مہلک و خطرناک ہے یہ یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ کی روش تھی کہ وہ مصلحت پرستی کے پیش نظر دین کی کچھ باتیں بتاتے تھے اور اکثر چھپا لیتے تھے اور کلام الہی میں تحریف و تبدیلی سے بھی کام لیتے تھے۔

اور حکام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ دینی تعلیم کو عام کریں دینی اداروں تربیت گاہوں میں مخلص علماء حق کو مقرر کریں اور بدعات و خرافات کی بنیاد کو کئی کے پیچھے لگ جائیں ورنہ علماء و حکام یہ دونوں ہی اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ بہر حال

اگرچہ ہے رسوں کا قصہ طویل
لیکن میں نے کیا ہے اس کو قلیل
دعا ہے یہ صادق کی اے اللہ
محمد (ﷺ) کے رستے پہ ہم کو چلا

کیا اس کتاب کو میں نے تمام
اللہ کو سجد و نبی ﷺ پر سلام

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رسم و رواج سے ہٹا کر قرآن و سنت کی راہ پہ
چلنا نصیب فرمائے اور شرک سے بچا کر خالص ایمان کی توفیق عطاء فرمائے اور
متلاشیانِ حق کے لئے ہماری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور راہ بھولے بھائیوں
کو راہِ حق پر جمع فرمائے۔ آمین۔

اللهم ارنا الحق حقا و رزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و رزقنا اجتنابه
امين يارب العالمين ان اريد الاصلاح ما استطعت و اخر دعوانا ان
الحمد رب العالمين

و کتبہ ابو جنید محمد صادق خلیل (مری)
خطیب و امام جامع مسجد الحمدیث الراشدی
موسیٰ لین لیاری کراچی

بہماری چند اہم مطبوعات



کارالتقویٰ کراچی